۱۱

ہندوستان میں اسلام پر نازک وقت اور مسلمانوں کا فرض

(فرمودہ ۲۲/اپریل ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

میں آج قادیان کے احمدیوں کو اور ان کے ذریعہ اور اس سلسلے کے اخبارات کے ذریعہ دوسری جماعتوں اور باہر کے احباب کو یہ خبر دینا چاہتا ہوں کہ پچھلے دنوں مجلس شوریٰ میں ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ اسلام کی ترقی اور اسلام کی عظمت کے لئے ہر ممکن تدبیر اختیار کرکے موجودہ زمانہ کی مشکلات اور اسلام کی ترقی کے راستہ میں جو روکیں ہیں۔ ان کو دور کرنے کے لئے حتی الوسع کوشش کی جائے۔ جماعت کے تمام نمائندے جو ہندوستان کے مختلف صوبوں اور مختلف گوشوں سے اس موقع پر آئے تھے۔ انہوں نے اس مجلس شوریٰ میں خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اور اللہ تعالیٰ کو گواہ قرار دیتے ہوئے وعدہ کیا ہے کہ نہ صرف وہ اپنی ذات ہی کو مد نظر رکھتے ہوئے اسلام کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو تیار کریں گے بلکہ یہ بھی کہ واپس جاکر اپنی اپنی جماعتوں کو ان کے ان فرائض کی طرف توجہ دلائیں گے۔ جو ان کے ذمہ عائد ہوتے ہیں۔ اور ہر بھائی کو اسلام کی خدمت کے لئے کہیں گے۔ اور انہیں اس نازک وقت کے لحاظ سے جو اسلام پر اس وقت ہے۔ اس بات پر آمادہ و تیار کرنے کی کوشش کریں گے کہ وہ اس کے لئے ہر رنگ میں کمربستہ ہو جائیں پس میں تمام نمائندگان کے اس وعدہ کو جو ہمارے تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ہال میں وہ کرکے گئے ہیں۔ ساری جماعت کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اور اس خطبہ کے ذریعہ ان کو بھی اور تمام جماعت کو آگاہ کرتا ہوں کہ جن لوگوں کو انہوں نے نمائندہ منتخب کرکے یہاں بھیجا تھا وہ کیا وعدہ کرکے گئے ہیں۔ اور ان کے ان وعدوں کی بناء پر جو خدا کو حاضر ناظر جانتے ہوئے اور اسے گواہ قرار دیتے ہوئے انہوں نے کئے خود ان پر اور آپ لوگوں پر کیا فرض عائد ہوتا ہے۔ جلد ہی ان تمام نمائندوں کے ناموں کی

فہرست شائع کردی جائے گی۔ تا وہ لوگ بھی کہ جنہوں نے اپنے وعدوں پر خدا کو گواہ قرار دیا اس بات کو سمجھ سکیں کہ وہ کس ذمہ داری اور فرض کو اس وعدے کے کرنے سے اپنے اوپر عائد کر کے گئے ہیں۔ اور تا جماعت کے لوگ بھی ان کے ان وعدوں پر گواہ ہو جائیں۔ اور ہر فرد معلوم کر سکے کہ اس کی ذمہ داریاں نمائندوں کے اقرار کے ساتھ بہت بڑھ گئی ہیں۔

آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ہر شخص جو بیعت کرتا تھا وہ یہی اقرار کرتا تھا کہ اسلام پر اپنے آپ کو اپنی جان و مال کو غرضیکہ اپنی ہر شئے کو قربان کردے گا۔ لیکن خاص موقعوں پر بھی رسول کریم ﷺ خاص خاص بیعتیں لیا کرتے تھے۔ ایسی بیعت در حقیقت اس ذمہ داری کا جو بیعت کے ذریعے عائد ہونی چاہیئے تازہ احساس ہوتا ہے۔ اور تازہ احساس تکرار نہیں ہوتا۔ ماں کو بچے سے محبت ہوتی ہے اور ہر وقت ہی ہوتی ہے۔ لیکن ایک وقت وہ اس کا منہ سر چومتی ہے۔ اور اس طرح اپنی محبت ظاہر کرتی ہے۔ پھر ایک وقت اس کی محبت کا احساس اس قدر زیادہ ہوتا ہے کہ اس کی خاطر ہر قربانی کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار پاتی ہے۔ ایسی محبت تکرار نہیں ہوتی بلکہ محبت کا تازہ احساس ہوتا ہے۔ اسی طرح گو ہر ایک مبائع ہر چیز کو پہلے ہی قربان کر چکا ہوتا ہے۔ اور اس کی بیعت اس بات کی شاہد ہوتی ہے کہ اب اس کے بعد اسکا اپنا کچھ نہیں رہ گیا۔ بلکہ وہ سب کچھ قربان کر چکا ہے لیکن پھر بھی تازہ وعدہ اس بات کا تازہ احساس اس میں پیدا کر دیتا ہے۔ اور نئی ذمہ داریاں اس پر رکھ دیتا ہے۔ پس میں باقی جماعت سے بھی کہتا ہوں کہ وہ بھی ان لوگوں کے نقش پر چلے جو نمائندوں نے قائم کیا ہے۔ اور وعدہ کرے کہ اسلام کی حفاظت اور اسلام کی ترقی اور عظمت کے واسطے اگر وطن چھوڑنے کی ضرورت ہو تو وہ وطن کو چھوڑ دے گی۔ اگر جان قربان کرنے کی ضرورت ہو تو وہ جان قربان کر دے گی۔ اگر مال لٹانے کی ضرورت ہو تو وہ مال لٹا دے گی۔ اگر وقت خرچ کرنے کی ضرورت ہو تو وہ وقت خرچ کرے گی۔ غرض اسلام کی ترقی کے راستہ میں جو روکیں ہیں۔ ان کو دور کرنے کے لئے اسے خواہ کسی قسم کی قربانی کرنی پڑے اس سے دریغ نہیں کرے گی۔

دیکھو ہندوستان میں آج کل اسلام پر خطرناک وقت آیا ہوا ہے۔ دشمن چاہتا ہے کہ اسلام کو مٹا دے۔ اور توحید کو مٹا کر شرک کی بنیاد رکھ دے۔ اور اسلام کی جگہ ہندو مذہب قائم کر دے وہ بت پرست اقوام جن کی گھٹی میں شرک ملا ہوا ہے۔ آج وہ خدائے واحد کی توحید کے مٹانے کے درپے ہیں۔ وہ مُشرک قومیں جن کے باپ دادوں کے ماتھے بتوں کے آگے جھکتے جھکتے رگڑے گئے وہ آج توحید کے مذہب اسلام کو نابود کر دینے کی کوشش میں ہیں وہ تاریکیوں میں رہنے والے لوگ جنہوں

نے سینکڑوں سال تک خدا کے نور کو نہیں دیکھا۔ وہ اس ارادے کے ساتھ کھڑے ہوئے ہیں کہ خدا کی شمع کو بجھا دیں۔ وہ نور سے بے بہرہ لوگ جو طلوع سورج کے وقت اپنے دروازوں کو بند رکھنے کے سبب نور ہدایت سے محروم رہے۔ آج یہ ارادہ کر چکے ہیں کہ دنیا سے نور کے سب دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اور اس نور سے جو اسلام کے نام سے دنیا میں آیا لوگوں کو بے نصیب بنا دیں پس میں آج ہر اس شخص سے جس کے دل میں اسلام کا درد ہے ہر اس شخص سے جو اسلام کی ترقی اور عظمت کا خواہاں ہے ہر اس شخص سے جس نے اقرار کیا ہے کہ وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھے گا۔ یہ بات بڑے درد کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کا فرض ہے کہ اس نازک وقت میں بیدار ہو جائے۔

اگر اس وقت مسلمانوں میں اور خاص کر ہماری جماعت میں یہ احساس نہ پیدا ہوا کہ اسلام پر خطرناک وقت آیا ہوا ہے اور ہمیں کچھ کرنا چاہئے۔ اگر وہ بیداری جو اس وقت کے مناسب حال ہو ان میں پیدا نہ ہوئی۔ اور اگر انہوں نے نہ سمجھا کہ اسلام نازک حالت میں ہے اور ہمیں بیدار ہو جانا چاہئے تو یاد رکھو اس غفلت کے نتیجے ایسے خطرناک نکلیں گے جن کا بعد میں کوئی علاج ہی نہیں ہو سکے گا۔ دنیا ہمیشہ کثرت کی طرف جاتی ہے۔ اور یہ مادہ دنیا میں پیدا ہے کہ جدھر کثرت ہو ادھر ہی جائے۔ اور لوگ تو الگ رہے خود انبیاء کی مشکلات کی یہی وجہ ہوتی ہے کہ لوگ کثرت ان کے خلاف دیکھ کر ان کے ماننے سے گریز کرتے ہیں۔ ہزاروں لاکھوں انسان ان کو سچا یقین کرتے ہیں۔ لیکن اسی لئے ان کو قبول کرنے اور ظاہر طور پر ماننے کی جرات نہیں کرتے کہ انبیاء کی جماعتیں شروع میں قلیل ہوتی ہیں اور ان کے مخالفوں کی جماعتیں اپنے اندر کثرت رکھتی ہیں۔ ایسے لوگ کثرت کے خیال سے قلت کی طرف نہیں آتے۔ اس ملک میں پہلے ہی ہندوؤں کی کثرت ہے۔ ایک ایک مسلمان کے مقابلہ میں چار چار ہندو ہیں۔ اور جب پہلے ہی ان کو اس قدر کثرت اس ملک میں حاصل ہے۔ تو اگر وہ اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہو گئے۔ جو انہوں نے مسلمانوں کے متعلق کر رکھا ہے۔ اور جسے وہ عمل میں لا رہے ہیں۔ تو تھوڑے ہی عرصہ میں مسلمانوں کی تعداد اور بھی کم ہو جائے گی۔ لیکن اگر مسلمان غفلت کو چھوڑ کر بیدار ہو جائیں۔ تو یہ خطرہ جو پیدا ہوا ہے دور ہو سکتا ہے۔ اور اس ذلت سے جو اس غفلت سے ملنے والی ہے بچ سکتے ہیں۔

عام مسلمان دین سے بے بہرہ ہیں۔ ایمان ان میں نہیں رہا۔ آنحضرت ﷺ کی محبت ان میں نہیں۔ قرآن کا علم ان میں سے اٹھ گیا ہے۔ ایسی حالت میں جب کہ وہ دینی و دنیاوی' تمدنی اور سیاسی مشکلات میں بھی مبتلا ہیں۔ ان کو اگر کوئی چیز قائم رکھ سکتی ہے تو ایمان ہے اور وہ ان میں ہے نہیں۔

قرآن کا علم ہے اور وہ ان سے اٹھ گیا ہے۔ دین ہے اور وہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا ہے۔ جب یہ چیزیں ان میں نہیں تو ان کے زندہ رہنے کا کیا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ لاکھوں نہیں کروڑوں انسان ایسے ہیں کہ اگر ان کو یہ معلوم ہو جائے کہ ہندو قوم سے ہمیں بڑے بڑے فوائد مل سکتے ہیں۔ ان کی ہمدردی ہمیں حاصل ہو سکتی ہے۔ سیاسی اور تجارتی مدد مل سکتی ہے۔ بنکوں کے ذریعے ہمیں ان سے مدد ملنی شروع ہو جائے گی۔ ہندو قوم اور ہندو قوم کی تمام آرگنائزیشن (Organization) ہماری پشت و پناہ بن جائے گی تو وہ فوراً اسلام سے نکل کر ہندوؤں میں جا شامل ہوں گے۔ ایک تو ہندوؤں کی کثرت اور دوسرے یہ اسباب جو ان کے پاس جمع ہیں مسلمانوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن بڑی بھاری مدد جو ان کو مل رہی ہے وہ مسلمانوں کے اسلام اور دین سے ناواقف ہونے سے مل رہی ہے۔ اگر مسلمان اپنے دین سے واقف ہوں تو بہت حد تک وہ ہندوؤں کا شکار ہونے سے بچ سکتے ہیں۔

پس اے عزیزو! سوچو کہ غدر کے بعد باوجود اس کے کہ گورنمنٹ نے اعلان کر دیا کہ ہم کسی کے مذہب میں دخل نہیں دیتے اور نہ ہم کسی خاص مذہب کی مدد کرتے ہیں۔ (گو بعض افسر خفیہ طور پر عیسائی مذہب کی مدد کرتے رہے ہیں) لیکن حکومت بار بار یہ کہتی تھی کہ ہم مذہب میں دخل نہیں دیتے اور ہم کسی مذہب کی مدد نہیں کرتے۔ پھر بھی لاکھوں ہندو اور مسلمان عیسائی ہو گئے تا حکومت کے ہم مذہب ہو کر فائدہ اٹھائیں۔ اسی طرح جب ہندو قوم مسلمانوں کی امداد کے لئے آمادہ ہو گی تو کیوں نہ لاکھوں بلکہ کروڑوں انسان اس میں داخل ہو جائیں گے انگریزوں کی غدر کے بعد اس ملک میں نازک حالت تھی۔ ان کا رعب بہت حد تک لوگوں کے دلوں سے اٹھ گیا تھا۔ لیکن پھر بھی بے شمار لوگ اس وقت عیسائی مذہب میں داخل ہو گئے۔ اور ہندوؤں کا رعب تو انگریزوں سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ اگر یہ لوگ اپنے ان ارادوں کو جنہیں وہ مضبوط کر چکے ہیں۔ اسلام کے برخلاف پورا کرنے میں کامیاب ہو سکے تو لاکھوں مسلمان۔ اسلام سے متنفر ہو کر نہیں اور نہ ہندو مذہب کی صداقت کو دیکھ کر۔ بلکہ ہندوؤں کی کثرت اور ان کی مدد دیکھ کر ہندو ہو جائیں گے۔

ہندوستان میں سپین کی طرح کا مشکل وقت اسلام کے لئے آیا ہوا ہے۔ سپین مسلمانوں کا ملک تھا اس میں سینکڑوں سال تک مسلمانوں نے اسلام کا جھنڈا بلند رکھا۔ سپین وہ ملک تھا جو ان ملکوں کے لئے جو آج متمدن اور مہذب ملک کہلاتے ہیں مسلمانوں کی وجہ سے بڑی بھاری درس گاہ تھا۔ ان کے لئے یونیورسٹی کا کام دیتا تھا۔ اور یہ وہ ملک تھا جس کے باشندے یورپ کے ملکوں کے

باشندوں کو ان کی غیر مہذب حالت کی وجہ سے وحشی جاہل اور غیر متمدن کہتے تھے۔ اور یورپ کے لوگ اس جگہ کے مسلمانوں سے سبق لیتے تھے۔ اور ان سے علم پڑھتے تہذیب سیکھتے۔ اور تمدن کے اصول حاصل کرتے تھے۔ لیکن آج اس سپین میں ایک بھی مسلمان نہیں۔ یہ نہیں ہوا کہ وہاں کے مسلمانوں کی نسل قطع ہو گئی ہو۔ یہ بھی نہیں ہوا کہ وہاں کے مسلمان اس ملک کو چھوڑ کر کسی اور ملک میں جا بسے۔ بلکہ یہ ہوا کہ سب نے عیسائی مذہب قبول کر لیا۔ وہ سپینی قوم جس کے باپ دادوں نے خون میں غوطے کھا کھا کر اسلام کو اس ملک میں قائم کیا تھا۔ وہ مسلمان جو توحید کے نام پر اپنا ذرہ ذرہ قربان کرنے پر آمادہ تھے۔ وہ مسلمان جو آنحضرت ﷺ کی محبت میں جان و مال نثار کر دینے پر تیار تھے۔ آج ان کی اولاد توحید کی بجائے تثلیث پرست ہے آج ان مسلمانوں کی اولاد کے دل محمد رسول اللہ ﷺ کی محبت سے خالی ہیں۔ اور صرف خالی ہی نہیں بلکہ گالیاں دیتے ہیں۔ ان میں لاکھوں آدمی ایسے ہیں جنہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ ہماری رگوں میں مسلمانوں کا خون دوڑ رہا ہے کیا مسلمان چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں بھی ان کی یہی حالت ہو؟

وہ قوم جو تعداد میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ قوم جو مال میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ قوم جو انتظام میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ قوم جو استقلال میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ قوم جو ذرائع میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ قوم جو اسباب میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ قوم جو طاقت اور علم میں مسلمانوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ ارادہ کر چکی ہے کہ جس طرح ہو لالچ سے' پیار سے' دھمکی دے کر' مار کر' سختی سے' نرمی سے' غرض کسی طرح بھی ہو ہندوستان کے مسلمانوں کو ہندو بنا لے۔ اور اگر وہ ہندو نہ بنیں تو ان کو جس طرح ہو ہندوستان سے نکال دے۔ یہ وہ ارادہ ہے جو ہندو قوم نے جو توحید سے بالکل خالی ہے۔ مسلمانوں کے متعلق کیا ہے۔ اگر کوئی جماعت اس کے برخلاف آواز اٹھا سکتی ہے۔ اگر کوئی جماعت سینہ سپر ہو کر اس کے مقابلہ کے لئے میدان میں آسکتی ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے مامور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قائم کردہ جماعت ہے۔ پس یہ جو ہندوؤں کی طرف سے چیلنج دیا گیا ہے اگر احمدی جماعت اس کے جواب کے لئے میدان میں نکل کھڑی ہو تو یقیناً اسلام کی فتح ہے۔ اور یہ آخری جنگ ہو گی۔ جس کے ذریعہ شرک ہمیشہ کے لئے مٹا دیا جائے گا اور توحید ہمیشہ کے لئے قائم کر دی جائے گی۔ لیکن اگر احمدی جماعت نے اس زور کے ساتھ شرک کا مقابلہ نہ کیا۔ اور اس جوش کے ساتھ توحید کی اشاعت کے لئے اٹھ نہ کھڑی ہوئی۔ جو نبیوں کی جماعت کا خاصہ ہے تو ہمیشہ کے لئے توحید مٹ جائے گی۔ اور دنیا سے خدا کا نام محو ہو جائے

گا۔ پس میں احمدی دوستوں سے کہتا ہوں۔ خواہ وہ قادیان کے رہنے والے ہوں۔ خواہ باہر کے اگر وہ ایسا نہیں کر سکتے اور اسلام کے لئے اس مقابلہ کے میدان میں نہیں اتر سکتے تو فیصلہ کر دیں کہ ہم اس جنگ کے لئے تیار نہیں۔ لیکن اگر وہ اس جنگ کے لئے تیار ہیں۔ تو میں انہیں کہتا ہوں کہ وہ ایک جان ہو کر مضبوط عزم کے ساتھ کھڑے ہو جائیں۔ اور ایسی بلند آواز اٹھائیں کہ ہر ہندو کے کان میں وہ پہنچے۔ اور کوئی شخص اس آواز کو دبا نہ سکے۔

اپنی جماعت کو مخاطب کرنے کے بعد میں مسلمانوں کو بھی اس طرف متوجہ کرتا ہوں۔ اگر اور کچھ نہیں تو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے ایک خوبی تو ان میں بھی ہے یعنی

کاخر کنند دعوئ حب پیمبرم

کہ وہ آنحضرت ﷺ کی محبت کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ اگر اور کچھ نہیں تو کم از کم ان کے ہونٹوں سے تو یہ بات نکلتی ہے کہ نبی کریم ﷺ کی محبت ان کے اندر ہے۔ اور پھر ان میں سے بعض تو اسلام کا درد بھی رکھتے ہیں۔ پس جب یہ بات ان میں پائی جاتی ہے تو میں ان الفاظ کا ہی واسطہ دے کر انہیں کہتا ہوں کہ وہ جو آنحضرت ﷺ کی محبت کے الفاظ بولتے ہیں۔ ان کا لحاظ کر کے ہی وہ اس نازک وقت میں اسلام کی مدد کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس وقت یقیناً وہی براہین اور دلائل کارگر ہو سکتے ہیں۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بتائے ہیں۔ مگر ضرورت اس بات کی ہے کہ گھر کی لڑائی چھوڑ کر دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔

میں یہ نہیں کہتا کہ غیر احمدی ہمارا مقابلہ نہ کریں۔ بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ اسلام کے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمارا مقابلہ نہ کریں۔ جس جگہ احمدیت کی تبلیغ ہو۔ بے شک اس جگہ وہ اپنا سارا زور لگائیں۔ ہاں اتنی بات میں پھر بھی کہوں گا کہ دیانت کے ساتھ زور لگائیں۔ کیونکہ بہت سی ہماری مخالفت ذاتی عداوت پر مبنی ہوتی ہے۔ اور لوگ کسی مسئلے یا عقیدے کی بناء پر ہماری مخالفت نہیں کرتے۔ بلکہ بسا اوقات بعض ذاتی دشمنیوں کے لحاظ سے کرتے ہیں۔ اس لئے میں جہاں یہ کہوں گا۔ کہ دشمن کے مقابلہ میں ہمارا مقابلہ نہ کریں اور جہاں احمدیت کی تبلیغ ہو وہاں پورا زور لگائیں۔ وہاں میں یہ بھی کہوں گا کہ وہ دیانت کے ساتھ زور لگائیں اور ایمان کو مدنظر رکھتے ہوئے اور خدا کا خوف دلوں میں رکھتے ہوئے زور لگائیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ ذاتی مخالفت کی وجہ سے وہ اپنے موجودہ ایمان کو بھی کھو بیٹھیں۔ وہ احمدیت کے برخلاف زور لگائیں۔ لیکن جہاں آریہ اور عیسائیوں سے مقابلہ ہو وہاں یہ ثابت کر دیں کہ رسول کریم ﷺ کو گالیاں دینے والوں سے رسول کریم

ﷺ کو ماننے والے اور ان کی عزت کرنے والے اچھے ہیں۔ یہ کوئی بڑا مطالبہ نہیں۔ وہ بے شک ہمیں دکھ دیں۔ بے شک ہمیں نقصان پہنچائیں۔ میں صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ آریوں اور عیسائیوں کے مقابلہ کے وقت یہ بتا دیں کہ اسلام سے محبت کرنے والوں کو بہرحال ہم اسلام کے دشمنوں سے اچھا سمجھتے ہیں۔ اور ہم ان کی پیٹھ میں خنجر مارنے کے لئے تیار نہیں۔ اور یہ کوئی ایسا بڑا مطالبہ نہیں کہ جس کا پورا کرنا ایسے نازک وقت میں ان کے لئے مشکل ہو۔ اس موجودہ مشکل کا علاج یہی ہے کہ وہ ان لوگوں کے مقابلہ کے وقت ہم سے متحد ہو جائیں۔ اور اگر اس ذمہ داری کو سمجھ لیں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ نازک وقت قائم نہیں رہ سکتا۔

اگر کوئی اس سے بڑھ کر قربانی کرنے کے لئے تیار ہے تو اس کا فرض ہے کہ جہاں یہ لوگ کچھ کر رہے ہوں۔ اس جگہ کے متعلق ہمیں اطلاع دے تا ہم ان کا مقابلہ کر سکیں۔ بغیر علم کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ پس جو مسلمان پہلے مطالبہ سے زیادہ قربانی کرنے پر آمادہ ہوں۔ ان سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ ہمیں ہر اس موقع اور ہر اس مقام سے آگاہ رکھیں۔ جہاں آریہ اپنا جال پھیلا رہے ہوں کیونکہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ ایک جگہ پر وہ لوگ اسلام کے برخلاف کوشش کر رہے ہوں اور ہمارے پاس آدمی بھی موجود ہوں۔ لیکن ہمیں وہاں کی خبر ہی نہ ہو اور اس طرح نقصان پہنچ جائے۔ پس یہ ضروری ہے کہ ہمیں ہر موقع اور ہر مقام سے آگاہ رکھا جائے۔ تا ہم ان کا مقابلہ کر سکیں۔ اگر کوئی شخص خود کچھ نہیں کر سکتا یا کام اس کی طاقت سے بڑھ کر ہے۔ تو وہ ہمیں خبر کر دے۔ تا جو کچھ ہم سے ہو سکے ہم کر سکیں۔ اور میں یہ مطالبہ صرف اس لئے مسلمانوں سے کرتا ہوں کہ وہ رسول کریم ﷺ کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

جہاں جہاں بھی دشمن کوشش کر رہا ہے ہمیں اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ پس جس جگہ دشمن اپنا زہر پھیلا رہا ہو وہاں فوراً جلسوں کا انتظام کرنا چاہئے۔ اور واعظوں کے لئے ہمیں اطلاع کر دینی چاہئے۔ ہم انشاء اللہ فوراً وہاں ایسا واعظ بھیج دیں گے جو ان کے زہر کو دور کر دے۔ مقامی آدمی جس خوبی سے کام کر سکتے ہیں باہر کے نہیں کر سکتے۔ اس لئے جلسہ کے انعقاد کی ذمہ داری مقامی لوگوں پر ہی ہو سکتی ہے اور انہی کو جلسوں کا انتظام کرنا چاہئے۔ اگر وہ جلسہ کا انتظام کر لیں گے تو پھر ہم اپنے واعظ بھیج دیں گے جو دشمنوں کا مقابلہ کریں گے۔ اور ان کے زہر کے اثر کو انشاء اللہ دور کر دیں گے۔

یہ تین مطالبے کوئی بڑے مطالبے نہیں۔ اگر مسلمان یہ تین کام کرنے لگ جائیں۔ تو دشمن کو

بہت جلدی معلوم ہو جائے کہ جو کچھ اس نے سوچا ہے وہ کارگر نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہندوؤں کے برابر نہیں۔ ان میں علم، دولت، مال، استقلال تعداد ان سے بہت کم ہے۔ اور اگر اس کمی کے باوجود بھی وہ ان کے مقابلہ کے لئے متحد نہ ہو سکیں تو سخت افسوس کا مقام ہو گا۔ ہندوؤں کو دیکھو کہ وہ ہر ایک طرح مسلمانوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔ علم ان میں زیادہ۔ تعداد ان کی زیادہ ہے مال ان کے پاس زیادہ ہے۔ مگر باوجود اس کے وہ اپنے تمام اختلافات کو چھوڑ کر مسلمانوں کے برخلاف اسی ایک مقصد کے لئے متحد ہو گئے ہیں کہ یا تو مسلمانوں کو ہندو بنا لو یا ملک سے نکال دو۔ پس اگر خود دل میں درد نہیں پیدا ہوا تو ہندوؤں کے اس عزم کو دیکھ کر ہی مسلمان اپنے اختلافات کو چھوڑ کر ان کے مقابلے کے لئے متحد ہو جائیں۔ تو جو خطرہ اس وقت پیدا ہو رہا ہے وہ نہ رہے۔ میں پھر اس بات کو ظاہر کرتا ہوں کہ یہ تین مطالبے کوئی بڑے مطالبے نہیں کہ انہیں پورا کرنا مشکل ہو۔

دشمن کے فریب سے یا اپنے نادان ہم مذہبوں کی بات سے کبھی دھوکا نہیں کھانا چاہئے اس سے بہت سخت نقصان ہوتا ہے۔ پچھلے دنوں میں مسیحیوں نے افریقہ میں ایک خاص چال چلی تھی۔ وہی حال ہندوستان میں نہیں ہونا چاہئے۔ انہوں نے زور دے کر تمام رؤساء کو مسیحی بنا لیا تھا۔ حتیٰ کہ ایک رئیس مسلمان ہو گیا تو قسم قسم کے الزام لگا کر اسے ہٹا دیا گیا۔ اور اس کی جگہ اس کا ایک رشتہ دار جو مسیحی تھا رئیس بنا دیا گیا۔ لیکن چونکہ انہیں خوف تھا کہ مسلمانوں کو اگر علم ہو گیا کہ اس طرح مسیحیت کی تبلیغ ہو رہی ہے تو وہ شور مچا دیں گے۔ انہوں نے ایک چال چلی اور وہ یہ کہ تمام دنیا میں شور مچا دیا کہ افریقہ مسلمان ہو رہا ہے۔ اس کی مسیحیوں کو فکر کرنی چاہئے۔ حالانکہ یوگنڈا اور کینیا کے پادری اس شور کے موجب تھے۔ اور ان علاقوں کے باشندے ہرگز مسلمان نہیں ہو رہے تھے۔ الاماشاء اللہ۔ اس شور کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک تو مسیحی ممالک سے پادریوں کو مدد مل گئی۔ اور دوسرے مسلمان جن کا حق تھا کہ اس وقت توجہ کرتے اس خوشی میں کہ افریقہ مسلمان ہو رہا ہے مطمئن ہو کر بیٹھ گئے اور جو کام کا وقت تھا اس وقت کچھ نہ کیا۔ اور آخر سب ملک مسیحی ہو گیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو دھوکا دیا اور دھوکا سے خوش کر کے اپنا کام کر لیا۔ اسی طرح ہندوستان میں خوف ہے یہ سن کر کہ فلاں مسلمان ہوا اور اس طرح ہندوؤں کا مقابلہ کیا گیا یا اتنے ہندو مسلمان ہو گئے لوگ مطمئن نہ ہو جائیں اور کام نہ چھوڑ دیں یا کام کرنے کا خیال ہی نہ کریں۔ پس اگر ہوشیاری سے کام نہ لیا گیا۔ تو لاکھوں نہیں کروڑوں مسلمان ہندو ہو جائیں گے اور ایسی خاموشی کے ساتھ ہندو ہو جائیں گے کہ شاید ہم کو ان کے ہندو ہونے کی خبر بھی نہ ہو سکے۔ علاوہ اس کے ہمیں ہندوؤں کی اور

تدبیروں سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے۔ اور بعض عارضی خوشیوں پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے۔ بلکہ کام کر کے خوش ہونا چاہئے۔

ہمیشہ دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ کرنا چاہئے کیونکہ دشمن کی طاقت کا کم اور زیادہ اندازہ ہمیشہ خطرناک ہوتا ہے۔ زیادہ اندازہ بعض وقت خطرناک نہیں ہوتا لیکن کم اندازہ تو ہر وقت ہی خطرناک ہوتا ہے کیونکہ جب اندازہ کم لگایا جاتا ہے۔ تو اس وقت غفلت آجاتی ہے اور ایک شخص یہ سمجھ لیتا ہے کہ اگر اس کا مقابلہ نہ بھی کیا جائے گا تو کوئی نقصان نہیں ہو گا۔ ہاں بعض مومن ہوتے ہیں جنہوں نے فیصلہ کیا ہوتا ہے کہ اگر ایک دشمن ہو تو کیا اور اگر ہزار دشمن ہو تو کیا ہم نے کام کرنا ہے۔ ایسے مومنوں کے لئے چاہے دشمن ایک ہو چاہے لاکھ ہوں ایک ہی بات ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے فیصلہ کیا ہوتا ہے کہ ہمارا یہ کام ہے کہ دین کے لئے جان تک دے دیں گے لیکن ہر ایک آدمی ایسا نہیں ہوا کرتا۔ بعض آدمی تب تک ہوشیار نہیں ہوتے جب تک ان کو دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ نہ ہو جائے۔ پس اس مقابلہ کے لئے ہی نہیں بلکہ ہر وقت دشمن کی طاقت کا صحیح اندازہ رکھنا چاہئے۔ پھر زیادہ اندازہ بھی مضر ہوتا ہے کیونکہ ایک آدمی دشمن کی طاقت اپنی طاقت سے زیادہ دیکھ کر کام چھوڑ دیتا ہے۔ اور کام کرنے کا حوصلہ ہار بیٹھتا ہے لیکن کم اندازہ اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتا ہے کیونکہ اس سے انسان غافل ہو جاتا ہے۔ اور سچی کوشش نہیں کرتا۔ پس میں تمام مسلمانوں سے 'اسلام کا درد رکھنے والے تمام شخصوں سے اور ہر فرقہ اسلام کے لوگوں سے کہتا ہوں کہ دشمن کی طاقت اور اپنی کمزوری کا صحیح اندازہ لگاتے ہوئے کم از کم تین باتوں کا ضرور خیال رکھیں جو میں نے کہی ہیں تاکہ ہم دشمن کا مقابلہ کر سکیں اور اس کے حملوں کو روک سکیں۔

ہندو اپنے مذہب کے لحاظ سے شدھی کی کوشش نہیں کر رہے بلکہ سیاسی طور پر یہ سب کچھ کر رہے ہیں۔ اور اس سیاسی کوشش کو انہوں نے مذہبی رنگ دے دیا ہے۔ کیونکہ وہ سمجھتے ہیں جب تک مذہبی رنگ نہ دیا جائے گا۔ تب تک یہ سیاسی کوشش کارگر نہ ہو گی۔ اس کوشش کی اصل غرض یہ ہے کہ ان کی تعداد بڑھے۔ اور تمام ملک میں ایک مذہب ہو جائے۔ کیونکہ اگر تمام ملک میں ایک مذہب ہو جائے تو پھر جو کچھ ہوں گے ہندو ہی ہوں گے۔ یہ دراصل ہندوؤں کی سیاسی کوشش ہے۔ اور چونکہ ان کی اس کوشش کا اثر سب مسلمانوں پر پڑتا ہے۔ خواہ وہ مسلمان اسلام کے کسی فرقے سے ہی تعلق رکھتے ہوں۔ اس لئے مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ بھی اس موقع پر اکٹھے ہو کر کام کریں۔

ان حالات کے ماتحت جو اس وقت پیدا ہو رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ان تین باتوں کے کرنے کا فیصلہ کرنا چاہئے۔ اور یہ کوئی مشکل باتیں نہیں۔ جنہیں وہ نہ کر سکیں۔ اسلام کی عظمت قائم کرنے کے لئے یہ بہت معمولی باتیں ہیں۔ جو میں چاہتا ہوں کہ مسلمان اس موقع پر کریں:۔

۱۔ سب سے پہلی بات تو یہی ہے کہ آپس کے جھگڑے آپس تک ہی رہیں۔ ہم اگر ایک دوسرے سے جھگڑتے ہیں اور اختلاف رکھتے ہیں تو اس کا اثر ہم تک ہی محدود رہنا چاہئے نہ یہ کہ اسلام کے دشمنوں سے مقابلہ کرتے وقت ایک دوسرے کے برخلاف اثر ڈال کر اپنی طاقت کو کمزور کیا جائے۔ ہندوؤں کی سیاسی کوشش کا اثر اسلام کے تمام فرقوں پر پڑ رہا ہے اور پڑے گا۔ وہ اپنی مخالفت کے وقت کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتے۔ اور ہم بھی جب تک متحد نہ ہوں گے۔ ان کے حملوں کا جواب نہ دے سکیں گے اس لئے یہ ضروری بات ہے کہ ہم اگر اختلاف رکھتے ہیں تو ان اختلافات کو اپنے اندر ہی محدود رکھا جائے۔ اور جب دشمن سے مقابلہ کا وقت ہو تو ان جھگڑوں کو چھوڑ کر اس کے مقابلہ اور اس کے حملہ کی روک کے واسطے ہم یک جان ہو جائیں۔ پس پہلی بات جس کا اس وقت مسلمانوں کو فیصلہ کرنا چاہئے وہ یہی ہے کہ آپس کے جھگڑے آپس تک ہی رہیں۔ اور دشمن کے مقابلہ کے وقت آپس میں متحد ہو جائیں اور ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

۲۔ دوسری بات جس کا کرنا اس وقت بہت ضروری ہے یہ ہے کہ مسلمان ہر مقام سے باخبر رہیں کہ وہاں کیا ہو رہا ہے اور دشمن کس رنگ میں حملہ کر رہا ہے۔ تا اس کی روک کا انتظام کیا جا سکے اور یہ کام ہر جگہ کے مقامی لوگ ہی اچھی طرح کر سکتے ہیں۔ ہماری جماعت کے لوگ تو ایسا کرتے ہی ہیں۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ کوئی واقعہ ہو دشمن کوئی کارروائی کر رہا ہو لیکن انہیں خبر نہ ہو سکے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ بعض جگہ ہماری جماعت کے لوگ نہ بھی ہوں۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ جہاں جہاں مسلمان ہوں وہاں وہ ان حالات سے باخبر رہیں۔ اور ان کے حملوں کے جواب دیں۔ لیکن جو لوگ سمجھتے ہوں کہ وہ جواب نہیں دے سکتے اور اسلام کے دشمنوں کے حملوں کا دفاع کرنے کی ان میں طاقت نہیں وہ ہمیں خبر کریں ہم اپنے آدمی بھیج دیں گے۔

۳۔ تیسرے جہاں ضرورت ہوگی ہمارے واعظ انشاء اللہ تعالیٰ پہنچیں گے اور اسلام کے دشمنوں کے حملوں کے جواب اور ان کے زہر کے اثر کو زائل کرنے کے لئے جہاں سے بلائے جائیں گے وہاں بھیجے جائیں گے۔ مگر اس کے لئے سب سے پہلا کام یہ ہے کہ اس جگہ کے مقامی لوگ جہاں آریوں اور عیسائیوں نے شور ڈالا ہو جلسے قائم کرکے ہمارے واعظوں کو بلوائیں۔ اور

ہم انشاء اللہ تعالیٰ ایسے واعظ وہاں بھیج دیں گے جو ان کے دانت کھٹے کر دیں گے۔ پس تیسری بات جو مسلمانوں کو کرنی چاہئے وہ یہ ہے کہ وہ ہر ایسی جگہ پر جلسوں کا انتظام کریں اور صورتِ اجتماع پیدا کریں۔ ہم بھی جہاں جہاں اسلام کے دشمنوں نے اسلام کے برخلاف زہر پھیلایا ہوا اپنے واعظ بھیج دیں گے۔ تاکہ وہ اسلام کی عظمت اور اسلام کی شوکت کو لوگوں پر ظاہر کریں اور جو کچھ دشمنوں نے اسلام کے برخلاف کہا ہو اس کے متعلق ثابت کریں کہ وہ بالکل جھوٹ ہے۔ اور صحیح اسلام لوگوں کو بتائیں اور اسلام کی سچی تعلیم سے ان کو آگاہ کریں۔ پس مسلمان اگر ان تین باتوں کو سردست اختیار کریں۔ تو بہت حد تک کامیابی ہو سکتی ہے۔ اور بہت حد تک دشمن نیچا دیکھ سکتا ہے۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ ہماری کمزوری کو دیکھتے ہوئے ان کے حوصلے بڑھ گئے ہیں۔ اور ہمارے آپس کے اختلافات کی وجہ سے وہ اس یقین پر قائم ہیں کہ ہم ایک دوسرے کے دشمن ہیں لیکن اس میں بھی کچھ شبہ نہیں کہ اگر ہم اسلام کی سچی تعلیم پر عمل کرنا شروع کر دیں۔ اور ان حملوں کے دفاع کے لئے متحد و یک جان ہو جائیں تو اسلام کی عزت اور عظمت کو قائم کر سکتے ہیں۔ دراصل اسلام کی عزت اور عظمت اور شوکت کا قائم کرنا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ لیکن اگر ہم باوجود اپنی کمزوریوں کے اس کے لئے کوشش کریں تو کامیابی کا سہرا مفت میں ہمارے سر بندھتا ہے اور خدا تعالیٰ کے سامنے بھی سرخروئی ہوتی ہے۔

پس میں پھر ایک بار اس بات کو دہراتا ہوں کہ اس نازک وقت میں دشمن کے مقابلہ اور اس کے حملوں کے دفاع کے واسطے ہمیں متحدہ طاقت سے کام کرنا چاہئے اور دعا کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ ہمارے کاموں میں برکت ڈالے۔ اور اسلام کے دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ہماری زبان میں وہ اثر بخشے کہ سننے والے آپ ہی گرویدہ ہو جائیں۔ ہمارے دلوں میں وہ نور بخشے کہ لوگوں کو آپ ہی آپ راہ ہدایت نظر آ جائے۔ اور ہمارے کاموں میں وہ برکت دے کہ آپ ہی آپ اسلام کا نام دنیا میں پھیلتا چلا جائے۔ اور اعمال میں وہ برکت پیدا کرے کہ اس کی نعمتیں خود بخود حاصل ہوتی چلی جائیں۔ میں یہ بھی دعا کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس وعدہ کو بھی پورا فرمائے جس طرح کہ وہ ہمیشہ سے وعدوں کو پورا کرنے والا چلا آیا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ ﷺ اور خاتم النّبیّن کے آخری ظہور کے وقت کہ جس کا نام مسیح موعود ہے اسلام کی اشاعت ہو گی اور ساری دنیا پر اسلام کو غالب کر دیا جائے گا۔ آمین

(الفضل ۶/ مئی ۱۹۲۷ء)